Volume 03, Issue 02,
April-June 2025
PP: 35-55
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

جاوید احمد غامدی کی تفسیر البیان میں حقوق نسواں کے عائلی اور ازدواجی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

Family and Matrimonial Laws Concerning Women's Rights in Jāved Aḥmad Ghāmidī's Tafsīr al-Bāyān: An Analytical Study

Saba Hanif*[1], *Dr.Hafiz.M.Mudassar Shafique*[2]

Article History

Received
10-04-2025

Accepted
05-05-2025

Published
06-05-2025

Indexing

WORLD of JOURNALS
ASIAN Research Index
Signatory of DORA
Crossref doi
ACADEMIA
Google Scholar
EuroPub

Abstract

Javed Ahmad Ghāmīdī's commentary on "Al-Bāyān" presents a unique and contemporary perspective on women's rights. In the light of the Holy Qūrān, Ghāmīdī recognizes women as complete human beings, possessing equal natural rights and socially independent individuals. In family and marital laws, he sees women as honorable life partners rather than mere subjects or subordinates. His commentary places special emphasis on marriage, divorce, khula, inheritance, iddāh and the mutual rights and duties of men and women and in every case, the principles of justice, kindness and consent are the basis. According to Ghāmīdī, marriage is a bilateral contract in which the consent of the woman is the first condition. In the case of divorce, he gives both men and women the right to separate and considers khūlā to be an honorable path. In interpreting the rules of inheritance, he takes into account the cultural background of the time of revelation and advocates for equal principles in the present era.Ghāmīdī critically examines social customs and traditional jurisprudential interpretations and presents a vision of a just social system for women based on the direct guidance of the Qūrān.This study shows that in "Al-Bāyān", Javed Ahmad Ghāmīdī has presented women's rights in a new way and has provided a balanced, reasonable and modern perspective on the position and status of women in Islamic society. This article provides an analytical study of Javed Ahmad Ghamidi's views on various aspects of women's rights.

Keywords:

Javēd Ahmad Ghāmīdī', Al-Bāyān, Family laws, Matrimonial Laws, Women's Rights.

[1] *MPhil Scholar, Faculty of Arts and humanities, Department of Islamic studies, Superior University, Lahore.* *sabahanif344@gmail.com*

[2]*Assistant professor, Faculty of Arts and humanities, Department of Islamic studies, (CAKCCIS), Superior University, Lahore.* *mudassar.shafique@superior.edu.pk* ****Corresponding Author***

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

ROAD DIRECTORY OF OPEN ACCESS SCHOLARLY RESOURCES OPEN ACCESS

جاوید احمد غامدی، پاکستان کے مشہور اسلامی سکالر، محقق اور دانشور ہیں جو دینِ اسلام کی تشریح اور موجودہ دور کے مسائل کی تفہیم میں منفرد اور گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کو عصری مسائل کے تناظر میں پیش کیا اور اپنی فکری بصیرت سے دینی فکر میں جدت لانے کی کوشش کی۔ ان کی علمی خدمات اور فکر نے پاکستان سمیت دنیا بھر میں ایک نئی فکری تحریک کو جنم دیا۔ جاوید احمد غامدی 18 اپریل 1951ء کو ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک مذہبی خاندان سے تھا اور ان کے والدین کی جانب سے دینِ اسلام پر گہری نظر تھی۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے گاؤں میں حاصل کی اور بچپن سے ہی قرآن اور حدیث کی تعلیمات سے آشنا ہوئے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں دینی مطالعہ اور تفکر کی طرف دلچسپی ظاہر کی، جو بعد میں ان کی زندگی کے مقصد کی بنیاد بنی۔ ان کی تربیت ایک مذہبی ماحول میں ہوئی تھی جس کا اثر ان کی فکر اور علمی راستے پر پڑا۔[1] غامدی نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز لاہور میں کیا، جہاں انہوں نے عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات پر بھی گہری نظر رکھی۔ ان کا تعلیمی معیار بہت بلند تھا اور انہوں نے اپنی محنت اور ذاتی دلچسپی کی بدولت اسلامی فقہ، تفسیر، حدیث اور سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اس دور میں ان کی فکری رہنمائی مولانا امین احسن اصلاحی سے حاصل ہوئی، جن کے ساتھ انہوں نے علمِ دین کی گہری تفہیم حاصل کی۔ جاوید احمد غامدی کا مطالعہ دینی کتابوں کے علاوہ دنیا بھر کے فلسفیانہ اور سائنسی علوم تک پھیلا ہوا تھا، جو ان کے نظریات کو مزید وسعت دے رہا تھا۔[2] جاوید احمد غامدی نے اپنے ابتدائی تعلیمی سفر کے دوران اسلامی فلسفے میں گہری دلچسپی لینا شروع کی۔ اُن کے لیے اسلامی تعلیمات کی گہرائی کو سمجھنا اور اس کو عملی زندگی میں نافذ کرنا ضروری تھا۔ ان کا یہ رجحان مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا ابو الحسن علی ندوی جیسے بزرگ علماء کے اثرات کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے اسلامی فلسفے کے مختلف مکتبہ فکر سے استفادہ کیا اور اس کو ایک معقول، منطقی اور عملی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس کے نتیجے میں غامدی کی فکر میں ایک متوازن اور تحقیقی نقطہ نظر اُبھرا، جس میں دین کے تمام مسائل کا تجزیہ فلسفیانہ طور پر کیا جاتا ہے۔[3] اس آرٹیکل میں شادی، طلاق، عدت، نان و نفقہ، وراثت اور بچوں کی پرورش جیسے موضوعات پر غامدی صاحب کی رائے بیان کی گئی ہے۔ اس میں وہ آیات شامل کی گئی ہیں جو ان موضوعات کو واضح کرتی ہیں۔ تفسیر البیان میں جاوید احمد غامدی نے مختلف موضوعات پر متعلقہ قرآنی آیات کی تشریح کی ہے، جن میں حقوق نسواں، سماجی انصاف، اسلامی قوانین، عبادات اور اخلاقیات شامل ہیں۔ یہاں ان مباحث کی اہم آیات کو بیان کیا جارہا ہے تاکہ مطالعہ میں آسانی ہو۔

نکاح اور خاندانی حقوق:

نکاح انسانی معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی خاندان کی تشکیل کا ذریعہ ہے جو نہ صرف باہمی محبت و رحمت پر قائم ہوتا ہے بلکہ حقوق و فرائض کے باوقار نظام کا بھی حامل ہے۔ سورۃ النساء کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو یتیموں کے حقوق سے جوڑ کر یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی خاندانی نظام محض مرد و عورت کے باہمی تعلق تک محدود نہیں، بلکہ اس کا دائرہ معاشرتی عدل، کمزوروں کے تحفظ اور باہمی انصاف تک وسیع ہے۔ یہ آیت خاندانی ڈھانچے کی تنظیم، تعددِ ازواج کی مشروط اجازت اور انصاف کے لازمی اصول پر مبنی ایک جامع ہدایت ہے، جو ایک صالح معاشرے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا[4]

اور اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمھیں پسند آئیں دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، ہاں! اگر

تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے۔

آیت کا مقصد نہ صرف تعدد ازواج کے حوالے سے ہدایات دینا ہے بلکہ یہ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے۔ آیت کی تفسیر میں جاوید احمد غامدی صاحب نے نکاح اور خاندانی حقوق سے متعلق درجہ ذیل وضاحت کی ہے یہ آیت اصلاً تعدد ازواج سے متعلق کوئی حکم بیان کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی بلکہ یتیموں کی مصلحت کے پیش نظر تعدد ازواج کے اس رواج سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب کے لیے نازل ہوئی ہے جو عرب میں پہلے سے عام تھا۔[5] اس آیت کی تفسیر میں نکاح اور خاندانی حقوق کے حوالے سے جو نکات ذکر کیے گئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

1. تعدد ازواج کا جواز:

اس آیت میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے، مگر یہ اجازت ایک خاص مصلحت کے تحت دی گئی ہے۔ عرب میں پہلے ہی متعدد بیویوں کا رواج تھا اور اس آیت کے نزول کا مقصد اس رواج سے فائدہ اُٹھا کر یتیموں کے حقوق کی حفاظت کرنا تھا۔ اس میں مرد کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر وہ یتیموں کے مال اور حقوق کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو وہ یتیموں کی ماں یا بہن سے نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں کوئی قانونی یا اخلاقی خرابی نہ ہو۔ قرآن نے یہ شرط رکھی ہے کہ ایک مرد اپنی بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ نہیں رکھ سکتا۔ یتیموں کے حقوق جیسی مصلحت کے لیے بھی عورتوں کی تعداد کسی شخص کے نکاح میں چار سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔[6]

2-

ایک اہم شرط یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان انصاف کیا جائے۔ اگر کوئی شخص یہ یقین نہ رکھتا ہو کہ وہ بیویوں کے درمیان انصاف کر سکے گا، تو اسے ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کی اہمیت اس بات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انصاف کے قیام کو انسانی تعلقات میں ضروری قرار دیا ہے اور جہاں انصاف ممکن نہ ہو، وہاں تعدد ازواج کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ بیویوں کے درمیان انصاف کی شرط ایک ایسی اٹل شرط ہے کہ آدمی اگر اسے پورا نہ کر سکتا ہو تو اس طرح کی کسی اہم دینی مصلحت کے پیش نظر بھی ایک سے زیادہ نکاح کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے۔[7]

3- غلاموں اور لونڈیوں کا معاملہ:

آیت میں اس بات کا بھی تذکرہ ہے کہ قرآن کے نزول کے وقت غلامی کا ادارہ موجود تھا اور اس وقت تک غلاموں اور لونڈیوں کی خرید و فروخت کی جاتی تھی۔ قرآن نے اس وقت کے حالات کے پیش نظر تدریجی طور پر غلاموں کی آزادی کی بات کی اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لیے مختلف اقدامات کیے۔ اس کے بعد قرآن نے مکاتبت کا قانون نافذ کیا، جس کے ذریعے غلام اپنی آزادی حاصل کر سکتے تھے۔

4- مفاہمت کی ضرورت:

اس آیت کے ذریعے قرآن نے ایک اہم اصول یہ بھی دیا کہ مردوں کو اپنے خاندان کے اندر یکجہتی اور تعلقات میں متوازن رہنا چاہیے۔ یعنی اگر ایک شخص کو اس بات کا خدشہ ہو کہ وہ بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کر پائے گا تو اسے متعدد نکاح کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف خاندان کے اندر سکون و سکینت کو یقینی بنایا جا سکتا ہے بلکہ یہ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے۔

5- معاشرتی تبدیلیاں اور تدریج:

قرآن نے اس بات کا اشارہ دیا ہے کہ چونکہ غلامی کا ادارہ اس وقت تک معاشرت میں رائج تھا، اس لیے قرآن نے تدریجی اصلاحات

کے ذریعے غلاموں کے ساتھ انسانی سلوک کی تاکید کی۔ ابتدائی طور پر، قرآن نے غلاموں کی آزادی کے حوالے سے مرحلہ وار اقدامات کیے، تاکہ معاشرتی ڈھانچے میں اچانک تبدیلیاں نہ آئیں اور یہ اصلاحات مفید ثابت ہوں۔[8] اس آیت کے ذریعے قرآن نے نکاح اور خاندان کے حقوق کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مردوں کو نہ صرف اپنی بیویوں کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے بلکہ یتیموں کے حقوق کی بھی حفاظت کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص ان حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتا، تو اسے تعدد ازواج سے گریز کرنا چاہیے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

حق مہر:

اسلام نے عورت کو جو عظمت، عزت اور معاشی تحفظ عطاء کیا ہے، اس کی نمایاں مثال حق مہر کی مشروعیت ہے۔ نکاح کے پاکیزہ رشتے میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا کہ اس کی رضاوخوشنودی سے اسے ایک مال عطاء کیا جائے، جو اس کی تکریم اور تحفظ کا عملی اظہار ہو۔ حق مہر نہ صرف ایک مالی حق ہے بلکہ مرد کی سنجیدگی اور محبت کا مظہر بھی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے خاص طور پر مردوں کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنی بیویوں کو خوش دلی اور حسن نیت کے ساتھ ان کا مہر ادا کریں، جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا[9]

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ ہاں! اگر وہ خود اس کا کچھ حصہ خوش دلی سے چھوڑ دیں تو اسے خوشگواری اور مزے سے کھالو۔[10]

جاوید احمد غامدی کی تفسیر میں النساء 4/3 کے حوالے سے جو نکاح اور خاندانی حقوق بیان کیے گئے ہیں، اُن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مہر کی ادائیگی:

"نِحْلَةً" کا لفظ مہر کو ایک خیر خواہانہ اور عطیاتی انداز میں ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ مہر کسی عورت کا بنیادی حق ہے اور اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول یا حیلہ سازی سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔ غامدی صاحب کے مطابق اس آیت میں مہر کو "نِحْلَةً" کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے جو کہ ایک خوش دلی اور بغیر کسی جبر کے مہر دینے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مہر کی ادائیگی کا مقصد یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اُس کی حیثیت کے مطابق اس کا حق دے اور اس میں کوئی نہ تو جبر ہو نہ ہی بدنیتی کی نیت۔ اگر بیوی اپنے مہر کے کسی حصے سے رضامندی سے دستبردار ہو جائے، تو مرد کو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ واپس کر سکتی ہے اور اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اس میں اخلاقی یا قانونی طور پر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔[11]

ازدواجی حقوق اور خواتین کے تحفظ کا اسلامی اصول:

اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانی تعلقات خصوصاً زوجین کے رشتے کو عدل، احسان اور باہمی احترام پر قائم رکھا جائے۔ عورت کو نہ صرف ایک سماجی وجود بلکہ ایک باوقار اور مکمل انسان کی حیثیت سے تسلیم کرنا اسلامی تعلیمات کا نمایاں امتیاز ہے۔ جاہلیت کے دور میں عورت کے ساتھ سخت زیادتیاں روا رکھی جاتی تھیں اور نکاح جیسے مقدس رشتے کو محض مال و جائیداد کے لین دین کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا۔ اسلام نے ان جاہلانہ رسوم کی بیخ کنی کرتے ہوئے عورت کے حقوق کو محفوظ کیا اور شوہروں کو تاکید کی کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت حسن سلوک، محبت اور عدل کے ساتھ پیش آئیں۔ قرآن مجید میں اسی اصول کو سورۃ النساء کی ایک نہایت جامع آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا[12]

اے ایمان والو! یہ بات تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو اور ان کو اس غرض سے مقید

مت کرو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ لے اڑو، الّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اس آیت میں اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ عورت کو مرد اپنی ملکیت یا وراثت کے طور پر نہ لے۔ غامدی صاحب نے اس کی وضاحت میں کہا کہ "كَرْهًا" کا مطلب ہے زبردستی یا کسی مجبوری کے تحت، اور اس میں قرآن نے وضاحت سے کہا کہ عورت کو کسی مرد کی ملکیت سمجھنا یا اُس سے زبردستی اس کا مال واپس لینا جائز نہیں۔ اس آیت میں قرآن نے عورت کو ایک آزاد فرد کے طور پر پیش کیا ہے جس کے فیصلے اُس کی مرضی اور خودمختاری کے مطابق ہوں گے۔ اس بات کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو جاہلیت کی ان غیر اخلاقی روایات سے بچایا جائے جن میں انہیں مال و دولت یا وراثت کی طرح سمجھا جاتا تھا۔[13] اس بات کی ممانعت کی گئی کہ مرد اپنی بیوی کو اس لیے تنگ کرے تاکہ وہ اُسے مہر یا کوئی اور مال واپس کرے۔ اس صورت میں اگر بیوی اپنی مرضی سے کچھ دے دے، تو اس میں کوئی اعتراض نہیں، لیکن اگر اُس پر کوئی دباؤ ڈالا جائے، تو یہ ظلم اور جابرانہ سلوک ہے۔ اس آیت میں مرد کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ "المعروف" کے مطابق یعنی اخلاقی، شرافت اور معاشرتی روایات کے مطابق سلوک کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی چاہے پسند ہو یا ناپسند، مرد کو اُس کے ساتھ ہر حال میں اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اگر مرد بیوی کو ناپسند کرتا ہے تو بھی اُسے عدل اور انصاف کے اصولوں کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ غامدی صاحب نے واضح کیا ہے کہ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کی ظاہری شکل پسند نہ بھی ہو، تو بھی اُس کے ساتھ برائی نہیں کی جاسکتی اور اس کے حقوق میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ناپسندیدگی کے باوجود اچھا سلوک کرتا ہے، تو اللہ اُسے اپنے برکات سے نوازے گا اور اُس کی زندگی میں خیر و فلاح پیدا کرے گا۔ غامدی صاحب کے مطابق یہ ایک قسم کا وعدہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور یہ عمل انسان کے اخلاقی اور انسانی اقدار کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ غامدی صاحب کی تفسیر میں خواتین کے حقوق میں نکاح اور خاندانی حقوق کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مردوں کو بیوی کے ساتھ اخلاقی طور پر برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اور یہ بات کہی گئی ہے کہ صرف ظاہری ناپسندیدگی کی بنیاد پر بیوی کے حقوق میں کمی کرنا یا اُسے تنگ کرنا جائز نہیں۔ اس کے بجائے، عدل اور انصاف کے تحت ایک بہتر اور شائستہ زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔[14]

وَ اِنۡ اَرَدۡتُّمُ اسۡتِبۡدَالَ زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ ۙ وَّ اٰتَيۡتُمۡ اِحۡدٰهُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَيۡـًٔا ؕ اَتَاۡخُذُوۡنَهٗ بُهۡتَانًا وَّ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا[15]

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے (مہر) واپس لو گے؟

اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر شوہر نے کسی وجہ سے بیوی کو طلاق دینے کا فیصلہ کیا ہے، تو اس صورت میں جو کچھ بھی وہ اُسے دے چکا ہے (جیسے مہر، جائداد یا دیگر تحائف) وہ واپس لینا جائز نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ قرآن کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے بعد جو کچھ بھی تحفے کے طور پر دیا گیا ہو، چاہے وہ مال، زیورات یا ملبوسات ہوں، انہیں واپس لینا حرام ہے۔ یہ اصول سورۃ بقرہ آیت 229 میں بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ غامدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس بات کو مرد کی اخلاقی ذمہ داری سمجھا جائے، کیونکہ ایک مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وفا کا عہد نبھانا ضروری ہے اور طلاق کے بعد اس سے مال واپس لینا یا اسے جھوٹے الزامات میں ملوث کرنا مروت اور مردانگی کے خلاف ہے۔ یہ عورت کے ساتھ بدترین سلوک اور اس پر بہتان لگانے کے مترادف ہوگا۔[16]

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا[17]

اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں ایک تدبیر کی ہدایت دی ہے جب بیوی اور شوہر کے درمیان اختلافات بڑھ جائیں اور رشتہ قائم رکھنا مشکل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حل یہ بتایا کہ دونوں فریقین اپنے خاندان سے ایک حکم (بیوی کے خاندان سے بھی ایک شخص اور شوہر کے خاندان سے بھی ایک شخص) مقرر کریں جو ان کے معاملات کو سدھارنے کی کوشش کریں۔ غامدی صاحب کے مطابق یہ آیت اس بات کو بتاتی ہے کہ اگر دونوں طرف سے اصلاح کی نیت ہو، تو اللہ کی مدد ان کی رہنمائی کے لیے ہو گی اور ان کے درمیان اختلافات کو ختم کرنے میں اللہ کی طرف سے توفیق ملے گی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اختلافات کے باوجود اگر دونوں فریقین چاہیں تو اللہ ان کی کوششوں میں برکت ڈالے گا اور ان کے درمیان امن قائم ہو سکتا ہے۔

اصلاح کے لیے اضافی تدابیر:

غامدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بات بھی واضح کی کہ اسلام میں خاندان کی مداخلت ایک مثبت عمل سمجھا گیا ہے تاکہ تعلقات میں اصلاح کی کوشش کی جائے۔ قرآن نے اس معاملے میں خاندانوں کے اثر و رسوخ کا استعمال کیا تاکہ اختلافات کو کم کیا جا سکے، بجائے اس کے کہ فوراً طلاق کی طرف جایا جائے۔ غامدی صاحب کی تفسیر میں نکاح اور طلاق کے حوالے سے جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان میں اخلاقی، قانونی اور انسانی حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور وفاداری سے پیش آنا چاہیے اور طلاق کی صورت میں بھی ان کے حقوق کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ، اگر معاملات میں بگاڑ آ جائے، تو بیوی اور شوہر دونوں کو اپنے خاندانوں کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ رشتہ بحال رکھا جا سکے۔[18]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِکَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکُمْ اَزْکٰی لَکُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[19]

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو (اے میکے والو) انہیں اس بات سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے (پہلے) شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کریں، بشر طیکہ وہ بھلائی کے ساتھ ایک دوسرے سے راضی ہو گئے ہوں۔ ان باتوں کی نصیحت تم میں سے ان لوگوں کو کی جارہی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ یہی تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ طریقہ ہے، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

طلاق کے بعد عورت کی آزادی اور حقِ نکاح:

طلاق کے بعد عورت آزاد ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرے۔ کسی بھی فرد، چاہے وہ سابق شوہر ہو، خاندان کا کوئی فرد، یا معاشرتی دباؤ ہو، عورت کے فیصلے میں رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں رکھتا۔ غامدی صاحب کے مطابق طلاق کے بعد عورت کے حقوق بالکل واضح ہیں: وہ نکاح کی مکمل آزادی رکھتی ہے۔ اس پر سابق شوہر یا کسی اور کی طرف سے پابندی یا سازش جائز نہیں ہے۔ بِالْمَعْرُوْفِ کے الفاظ کی وضاحت میں غامدی صاحب کہتے ہیں کہ نکاح کا یہ حق دستور اور سماجی اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے تاکہ کسی کی عزت اور شہرت کو نقصان نہ پہنچے۔ عورت

اور مرد کو نکاح کے معاملات میں مکمل آزادی حاصل ہے، لیکن یہ آزادی معاشرتی اصولوں، اخلاقی اقدار اور خاندان کی عزت و وقار کے دائرے میں رہنی چاہیے۔ نکاح کے عمل میں ایسا کوئی طریقہ یا راستہ اختیار نہ کیا جائے جو معاشرے میں بدنامی یا خاندان کی بے عزتی کا سبب بنے۔ غامدی صاحب کے نزدیک، نکاح کے معاملات میں اللہ کی ہدایات پر عمل کرنا ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ ایمان والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان احکام پر عمل کریں تاکہ ان کی زندگی میں پاکیزگی اور معاشرتی اصلاح برقرار رہے۔ اگر عورت کے نکاح کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جائے یا اسے زبردستی کسی فیصلے پر مجبور کیا جائے تو اس سے کئی سماجی برائیاں جنم لے سکتی ہیں، مثلاً: خفیہ روابط، زنا، اغوا یا فرار۔

غامدی صاحب کے مطابق فطری جذبات کے خلاف کوئی بے جا رکاوٹ کھڑی کرنے سے ان مسائل میں اضافہ ہوتا ہے اور معاشرتی بدنامی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔[20] آیت کے اختتام میں اللہ نے فرمایا کہ وہ بہتر جانتا ہے جبکہ انسان محدود علم رکھتا ہے۔ غامدی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں ہی انسان کی بھلائی ہے، کیونکہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جو ہدایات دی گئی ہیں، ان پر عمل کرنے سے معاشرتی اور ذاتی زندگی میں سکون اور بہتری آئے گی۔ نکاح میں آزادی دینا خاندانوں اور معاشرتی ماحول کو پاکیزگی اور ستھرائی کی طرف لے جاتا ہے۔ عورت کو اس کے حقوق دینے سے معاشرتی برائیوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور ایک صحت مند معاشرتی نظام قائم رہتا ہے۔ عورت کو طلاق کے بعد مکمل آزادی ہے کہ وہ جہاں چاہے اور جس سے چاہے نکاح کرے، بشرطیکہ وہ معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہو۔ سابق شوہر یا خاندان کی طرف سے کسی بھی رکاوٹ یا زبردستی کی اجازت نہیں۔ ایمان والے افراد کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں تاکہ خاندان اور معاشرے میں پاکیزگی، استحکام اور عزت و وقار برقرار رہے۔ اللہ کے احکام انسان کی محدود فہم سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان پر عمل کرنے سے ہی حقیقی فائدہ حاصل ہو گا۔[21]

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ[22]

اور اگر تم نے انھیں چھونے سے پہلے ہی اس حالت میں طلاق دی ہو جبکہ ان کے لیے (نکاح کے وقت) کوئی مہر مقرر کر لیا تھا تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا (واجب ہے) اِلّا یہ کہ وہ عورتیں رعایت کر دیں (اور آدھے مہر کا بھی مطالبہ نہ کریں) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، رعایت کرے (اور پورا مہر دیدے) اور اگر تم رعایت کرو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس میں فراخ دلی کا برتاؤ کرنا مت بھولو۔ جو عمل بھی تم کرتے ہو، اللہ یقیناً اسے دیکھ رہا ہے۔

جاوید احمد غامدی نے سورۃ البقرہ (آیت 237) کی تفسیر میں عائلی قوانین اور ازدواجی حقوق کے مختلف پہلوؤں کو درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا ہے:

طلاق سے قبل مہر کی ادائیگی کا حکم:

اگر نکاح کے بعد شوہر نے بیوی سے تعلق قائم کیے بغیر طلاق دی ہو اور مہر پہلے سے مقرر کیا جا چکا ہو، تو شوہر پر نصف مہر کی ادائیگی لازم ہو گی۔ اس حکم میں ایک استثنا بھی شامل ہے: اگر عورت اپنی مرضی سے پورا مہر چھوڑ دے یا شوہر پورا مہر ادا کرنے کا فیصلہ کرے۔ غامدی صاحب نے وضاحت کی کہ یہ استثنا اس بات کی گنجائش فراہم کرتا ہے کہ طرفین اپنی مرضی اور ایثار کے جذبے کے تحت کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ آیت کے الفاظ "الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" کی وضاحت کرتے ہوئے غامدی صاحب نے شوہر کو وہ شخص قرار دیا ہے جس کے پاس نکاح کی گرہ کھولنے کا اختیار ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شادی کے بعد علیحدگی کی ذمہ داری بھی بنیادی طور پر مرد پر عائد ہوتی ہے۔ عورت اگر علیحدگی چاہتی ہے، تو وہ براہ راست نکاح کو ختم نہیں کر سکتی بلکہ شوہر سے اس کا مطالبہ کرتی ہے۔ غامدی صاحب کے مطابق قرآن نے شوہر کو

ایثار اور سخاوت کی تعلیم دی ہے:شوہر کو چاہیے کہ وہ نصف مہر کی ادائیگی کے بجائے پورا مہر ادا کرنے کا فیصلہ کرے۔ یہ مردانہ شان اور اخلاقی برتری کا مظہر ہو گا۔غامدی صاحب نے استاذ امام امین احسن اصلاحی کے حوالے سے درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی کہ اللہ نے مرد کو نکاح کی گرہ باندھنے اور کھولنے کا اختیار دے کر عورت پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔اس فضیلت کا تقاضا ہے کہ مرد عورت کے ساتھ معاملات میں سخاوت اور ایثار کا مظاہرہ کرے۔ تقویٰ کے اعلیٰ معیار کا تقاضا یہ ہے کہ مرد خود ایثار کا مظاہرہ کرے اور عورت سے اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے۔ مرد کو اپنی اخلاقی برتری اور سماجی حیثیت کو یاد رکھنا چاہیے اور ہمیشہ دینے والا بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن نے شوہر کو اس بات پر زور دیا کہ وہ مہر کی مکمل ادائیگی کرے اور عورت کے حق سے دستبرداری کا خواہاں نہ ہو۔اس سے نہ صرف تعلقات میں خوشگواری پیدا ہو گی بلکہ معاشرتی ماحول میں بھی سکون اور اعتماد قائم ہو گا۔ آیت کے آخری حصے میں کہا گیا ہے کہ "وَلَاتَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ "یعنی اپنے درمیان احسان اور نیکی کو فراموش نہ کرو۔غامدی صاحب نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میاں بیوی کے تعلقات میں فراخدلی اور نیک نیتی کا مظاہرہ ضروری ہے۔تعلقات ختم ہونے کے بعد بھی خیر خواہی اور اخلاقی اقدار کا مظاہرہ کرنا شوہر اور بیوی دونوں کی ذمہ داری ہے۔[23] آخر میں کہا گیا کہ "إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ "یعنی اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔غامدی صاحب نے اس پر زور دیا کہ یہ یاد دہانی ہے کہ انسان کو اپنے تمام فیصلوں میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ایثار، احسان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنے کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔جاوید احمد غامدی نے اس آیت کی روشنی میں عائلی قوانین اور ازدواجی حقوق کے درج ذیل نکات بیان کیے ہیں:

- طلاق کے بعد مہر کی ادائیگی کا حکم اور اس میں استثنا کی گنجائش۔
- شوہر کے کردار اور نکاح کی گرہ کے اختیار کی وضاحت۔
- مرد کو ایثار، سخاوت اور اخلاقی برتری کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب۔
- مرد کی قوامیت کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں پر زور۔
- میاں بیوی کے تعلقات میں فضل اور احسان کی اہمیت۔
- اللہ کی نگرانی اور تقویٰ کو پیش نظر رکھنے کی تلقین۔

یہ احکام اور اصول نہ صرف عائلی زندگی کو بہتر بنانے میں مددگار ہیں بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی عدل و احسان کا سبق دیتے ہیں۔[24]

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ [25]

تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ایسے وقت طلاق دو جبکہ ابھی تم نے ان کو چھوا بھی نہ ہو اور نہ ان کے لیے کوئی مہر مقرر کیا ہو اور (ایسی صورت میں) ان کو کوئی تحفہ دو، خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے مطابق بھلے طریقے سے یہ تحفہ دے۔ یہ نیک آدمیوں پر ایک لازمی حق ہے۔

غیر مدخول بہا خواتین کا مہر

یعنی ان عورتوں کو بھی سوسائٹی کے دستور اور اپنے معاشی حالات کے لحاظ سے کچھ سامان زندگی دے کر رخصت کرو جن سے خلوت نہ ہوئی ہو یا جنہیں مہر مقرر کیے بغیر طلاق دے دی جائے۔[26]

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [27]

غامدی صاحب کی تفسیر کے مطابق ایلاء کی قسم کا مقصد عورت کے ساتھ تعلق منقطع کرنا اور اسے معلق کر دینا تھا جو کہ

جاہلیت کی ایک غلط رسم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا متبادل فراہم کیا ہے کہ شوہر کو اس قسم کے اقدام سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ عدل اور تقویٰ کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شوہر کو چار ماہ کی مہلت دی ہے تا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے اور بیوی کے ساتھ تعلقات دوبارہ بحال کرے۔ اگر شوہر اس عرصے کے دوران تعلقات بحال کرتا ہے تو اس پر کوئی سزا نہیں ہے، لیکن اگر وہ فیصلہ کرتا ہے کہ طلاق دینی ہے تو اسے فوری طور پر طلاق دینا ضروری ہے۔ غامدی صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اگر شوہر کی طرف سے کسی معقول وجہ کے بغیر بیوی سے تعلق منقطع کیا جائے، تو یہ عورت کے حق کی پامالی ہے۔ عورت کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھے اور شوہر کو اس کا احترام کرنا چاہیے۔ اس تفسیر سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ شوہر کو عذر معقول کے بغیر بیوی سے تعلقات منقطع نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف بیوی کے حقوق متاثر ہوتے ہیں، بلکہ یہ عدل اور انصاف کے بھی خلاف ہے۔ غامدی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی کہ اگر شوہر ایلاء کی قسم کھاتا ہے اور اس کے بعد تعلقات دوبارہ بحال کرلیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصلاح کی کوشش کی جائے تو اللہ کی طرف سے معافی کا دروازہ کھلا ہے۔[28]

طلاق کے بعد عدت کی پابندی اور عائلی تعلقات میں اعتدال

اسلام نے ازدواجی زندگی کو سکون، محبت اور باہمی احترام پر قائم رکھنے کے اصول دیئے ہیں اور جب کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آ جائے، تب بھی ان اصولوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ سورہ طلاق کی پہلی آیت میں عدت کے دوران بیوی کو گھر سے نہ نکالنے، عدت کا حساب رکھنے اور ممکنہ صلح کی امید پر زور دے کر عائلی تعلقات میں توازن اور اعتدال قائم رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف عورت کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں بلکہ خاندان کو مکمل ٹوٹنے سے بچانے کا مؤثر ذریعہ بھی ہیں۔

> يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا[29]
>
> اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو اچھی طرح شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے، ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الّا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں اور جو کوئی اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے آگے نکلے، اس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا، تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔

یہ آیت سورہ طلاق کی پہلی آیت ہے، جس میں طلاق کے بعد عائلی تعلقات کے حوالے سے ایک اہم حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں حقوق نسواں سے متعلق عائلی قوانین اور ازدواجی حقوق کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور اس میں شوہر اور بیوی دونوں کی ذمہ داریوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں طلاق کے بعد بیوی کو عدت کی مدت میں رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ "لِعِدَّتِهِنَّ" کے الفاظ سے واضح ہے کہ طلاق کے بعد عورت کو فوراً گھر سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت کی جسمانی اور نفسیاتی حالت کا جائزہ لیا جائے تا کہ اس کی کسی نئی حالت کو بہتر طریقے سے سمجھا جا سکے۔ اس کے ذریعے شوہر کو بھی موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی فیصلے پر غور کرے اور اگر وہ چاہے تو بیوی کو واپس قبول کر سکتا ہے۔ غلامی اور جاہلیت کے زمانے میں اکثر بیوی کو فوراً طلاق دے کر گھر سے نکال دیا جاتا تھا، لیکن قرآن نے اس مسئلے کو قانون کے ذریعے حل کیا ہے۔ عدت کا مقصد عورت کی حقوق کی حفاظت اور خاندان کے اندر نئے تنازعات کی روک تھام ہے۔ اس

کے ذریعے اس بات کی ضمانت ملتی ہے کہ طلاق کا فیصلہ ایک سوچا سمجھا اور مناسب اقدام ہو، نہ کہ غصے یا جذبات کی بنا پر کیا جائے۔[30] آیت میں شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو عدت کے دوران گھر سے نہ نکالے اور نہ ہی اسے خود باہر جانے دے، جب تک کہ وہ کسی فاحشہ (زنا) کا ارتکاب نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق کا مقصد صرف اختلافات کو حل کرنا ہے، نہ کہ خاندان کو تباہ کرنا۔ شوہر پر یہ ذمہ داری عائد کی جاتی ہے کہ وہ اس دوران بیوی کے حقوق کا احترام کرے اور اگر امکان ہو تو دوبارہ تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ جو شخص اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے ہی فائدے کو نقصان پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حدود اس لیے نہیں رکھی کہ وہ کسی کا نقصان کرے، بلکہ انسان کی بھلائی کے لیے۔ اس کا مقصد عائلی تعلقات میں توازن قائم رکھنا ہے تاکہ خاندان میں خوشحالی اور محبت قائم رہ سکے۔ آیت میں اس بات کا بھی ذکر کیا گیا کہ اگر بیوی فاحشہ کا ارتکاب کرے، تو ایسی صورت میں نہ تو شوہر کو بیوی کو گھر میں رکھنا لازم ہے، اور نہ ہی اسے کسی دوسرے شخص کے ساتھ تعلقات کے بغیر زندگی گزارنے پر مجبور کرنا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حقوق نسواں کی یہ ہدایت خواتین کی عزت و احترام کے تحفظ کی غرض سے دی گئی ہے، اور کسی صورت میں ان کے ساتھ ظلم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت بھی کہ "لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا" (شاید اللہ اس کے بعد کچھ ایسا حکم دے جو اصلاح کا باعث بنے) اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ طلاق کے بعد بھی دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ اپنے تعلقات میں دوبارہ تبدیلی اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ایک اہم پیغام ہے کہ اللہ کی رہنمائی اور نصیحت سے انسانوں کے دلوں میں محبت اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔[31] یہ آیت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ طلاق کے بعد بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔ ہر فیصلہ عجلت میں نہیں کرنا چاہیے، بلکہ انسان کو موقع دینا چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے پر غور کرے۔ اس طرح خاندان کے افراد کے درمیان محبت اور سکون کی فضا قائم رہتی ہے اور کسی بھی مشکل یا اختلاف کے باوجود اللہ کی رضا کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان حدود کی وضاحت کی ہے تاکہ نہ صرف شوہر اور بیوی کے درمیان بلکہ پورے معاشرے میں عائلی تعلقات کے حوالے سے قانون اور انصاف کا نظام قائم ہو سکے۔ اس کے ذریعے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ طلاق ایک ذاتی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے جو پورے خاندان اور معاشرے کو متاثر کرتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں ہمیں سمجھنا چاہیے کہ طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور اس کے بعد بھی عائلی تعلقات میں انصاف، اعتدال اور محبت کی ضرورت ہے۔ عدت کی مدت کے دوران دونوں فریقین کو ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے اور اپنی زندگیوں میں اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔[32]

طلاق کے بعد رجوع اور فیصلہ کرنے کا حق

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا[33]

پھر جب وہ عورتیں اپنی (عدت کی) میعاد کو پہنچنے لگیں تو تم یا تو انہیں بھلے طریقے پر (اپنے نکاح میں) روک رکھو، یا پھر بھلے طریقے سے ان کو الگ کر دو اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو عدل والے ہوں اور اللہ کی خاطر سیدھی گواہی دو، لوگو! یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اس شخص کو کی جا رہی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔

یہ آیت طلاق کے بعد شوہر کو عدت کے دوران بیوی کو واپس قبول کرنے یا رخصت کرنے کے فیصلے کے حوالے سے اہم ہدایات فراہم کرتی ہے۔ اس میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب عدت کا وقت مکمل ہو جائے تو شوہر کے پاس یہ اختیار ہے کہ وہ بیوی کو اپنی زندگی میں واپس شامل کرے یا اسے رخصت کر دے اور یہ تمام عمل معروف طریقے سے یعنی بھلے طریقے سے کرنا ضروری ہے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوتا

ہے کہ عدت کی مدت کے دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ یعنی طلاق دینے کے بعد بھی اگر عورت عدت کے دوران اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے تو شوہر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو واپس اپنے ساتھ رکھے، بشرطیکہ وہ اپنی نیت میں اچھائی اور محبت کا مظاہرہ کرے۔ اس میں کسی بھی قسم کے ظلم، زیادتی یا جبر کی اجازت نہیں ہے۔ اس بات کو قرآن کی دیگر آیات میں بھی مضبوطی سے کہا گیا ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور عدل کے ساتھ پیش آیا جائے۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب عدت کا وقت مکمل ہو جائے، تو شوہر کو دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا: یا تو وہ بیوی کو اپنے ساتھ رکھے (رجوع کرے) یا اسے رخصت کر دے۔ یہ فیصلہ کرنے کا عمل معروف یعنی اچھے طریقے سے ہونا چاہیے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں فریقین کے حقوق کا احترام کیا جائے اور کسی بھی قسم کی زیادتی سے بچا جائے۔ شوہر کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر وہ بیوی کو واپس اپنے ساتھ رکھے تو یہ صرف محبت اور سازگاری کے مقصد سے ہو، نہ کہ طاقت کے استعمال یا ظلم کے طور پر۔ "معروف" کا مفہوم یہاں بہت اہم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر فیصلہ اور عمل انسانی حسن سلوک، عدل اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ شوہر کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی بھی فیصلے میں بیوی کے ساتھ بدسلوکی یا جبر کا مظاہرہ نہ کرے۔ اس کے علاوہ، بیوی کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جائے، تاکہ ازدواجی زندگی دوبارہ خوشگوار اور ہم آہنگ ہو سکے۔ آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس فیصلے کے دوران دو قابل اعتماد گواہ بھی موجود ہوں۔ ان گواہان کا انتخاب ضروری ہے تاکہ اس فیصلے میں کسی بھی قسم کے جھگڑے، شک وشبہ یا بعد میں انکار کی صورت میں فیصلہ آسان ہو سکے۔ گواہ اس بات کے گواہ ہوں گے کہ فیصلہ معروف کے مطابق کیا گیا ہے اور کسی بھی فریق کی طرف سے کسی بھی قسم کی زیادتی نہیں کی گئی۔

اس آیت کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اس فیصلے کا مقصد اللہ کی رضا اور تقویٰ کو حاصل کرنا ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، اللہ اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے ذریعے ہم دیکھتے ہیں کہ طلاق اور عائلی تعلقات میں اللہ کا خوف اور اس کی رضا کا حصول نہایت اہم ہے۔ یہ پیغام بھی دیا گیا ہے کہ انسان کو اپنے معاملات میں اللہ کے احکام کی پیروی کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے نہ صرف اس کی ذاتی زندگی بہتر ہوگی، بلکہ اس کا خاندان بھی خوشحال رہے گا۔[34] اس آیت میں ایک اور اہم پہلو یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کے فیصلے میں کسی بھی طرف سے شک وشبہات پیدا نہ ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام معاملات بالکل واضح اور متعین ہوں، تاکہ کسی بھی فریق کو یہ نہ لگے کہ اسے دھوکہ دیا گیا ہے۔ گواہ کی موجودگی اس بات کی ضمانت فراہم کرتی ہے کہ فیصلہ شفاف اور صحیح طریقے سے کیا گیا ہے اور اگر مستقبل میں کوئی تنازعہ پیدا ہو تو اس کا حل آسانی سے ممکن ہو۔ اس آیت میں دکھایا گیا ہے کہ طلاق اور ازدواجی تعلقات میں عدل اور انصاف کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر فیصلہ نہ صرف شوہر اور بیوی کے لیے بلکہ ان کے بچوں اور خاندان کے لیے بھی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر فیصلہ انصاف اور اخلاقی حدود کے اندر رہ کر کیا جائے۔ شوہر کا یہ فرض ہے کہ وہ بیوی کے حقوق کا احترام کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کے اصولوں کو اپنائے، تاکہ خاندان میں سکون اور محبت کا ماحول قائم رہ سکے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلاق کے بعد فیصلے کے حوالے سے جو ہدایات دی گئی ہیں، وہ نہ صرف معاشرتی انصاف کے لیے ضروری ہیں بلکہ فرد کی روحانیت کی بہتری کے لیے بھی اہم ہیں۔ یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ زندگی میں آنے والے مشکلات کے باوجود ہم اللہ کے راستے پر چل کر اپنے معاملات میں عدل و انصاف کی راہ اپنائیں۔ اس سے نہ صرف فرد کی زندگی بہتر ہوگی بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے میں توازن اور ہم آہنگی پیدا ہوگی۔[35]

آئیسہ اور حاملہ خواتین کی عدت

اسلامی شریعت نے عدت کو ایک باقاعدہ شرعی عمل کے طور پر متعین کیا ہے تاکہ خواتین کے حقوق، عزت اور معاشرتی تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔

وَ الّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ

يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّه مِنْ اَمْرِه يُسْرًا [36]

اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری آنے سے مایوس ہوچکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے بارے میں) شک ہو تو (یاد رکھو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان عورتوں کی (عدت) بھی (یہی ہے) جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں اور جو عورتیں حاملہ ہوں، ان کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کردے گا۔

یہ آیت طلاق کے بعد مختلف نوعیت کی خواتین کی عدت کے احکام بیان کرتی ہے۔ اس میں تین اہم کیٹگریز کی وضاحت کی گئی ہے:

وہ خواتین جنہیں حیض آنا بند ہو چکا ہے، ان کی عدت تین ماہ مقرر کی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی غیر یقینی صورتحال کو ختم کیا جائے اور بیوی کے حقوق محفوظ رہیں۔ حاملہ خواتین کی عدت اس وقت تک ہے جب تک وہ بچے کو جنم نہ دیں۔ اس سے یہ یقینی بنایا جاتا ہے کہ بچے کا والد درست طور پر متعین ہو۔ اگر شوہر کو شک ہو کہ بیوی حمل سے ہے یا نہیں، تو ایسی صورت میں بھی تین ماہ کی عدت ہوگی تاکہ اس معاملے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ غامدی صاحب کی تفسیر کے مطابق یہ آیت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ طلاق یا دیگر ازدواجی مسائل میں ہر شخص کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جائے اور غیر یقینی حالتوں کو دور کیا جائے۔ اللہ کے حکم کی پیروی کرنے سے معاملات میں آسانی آتی ہے اور تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ [37]

طلاق یافتہ عورت کے حقوق اور ذمہ داریاں

اسلامی شریعت نے عدت کو ایک باقاعدہ شرعی عمل کے طور پر متعین کیا ہے تاکہ خواتین کے حقوق، عزت اور معاشرتی تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔ سورۃ الطلاق کی یہ آیت ان عورتوں کی عدت کی وضاحت کرتی ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں یا جو حمل سے ہیں، تاکہ ہر حالت میں عدت کا تعین عدل و حکمت کے اصولوں کے تحت کیا جاسکے۔ اس میں تقویٰ اپنانے والوں کے لیے آسانی کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى [38]

ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے انہیں ستاؤ نہیں، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک نفقہ دیتے رہو جب تک وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔ پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو اور (اجرت مقرر کرنے کے لیے) آپس میں بھلے طریقے سے بات طے کرلیا کرو، اور اگر تم ایک دوسرے کے لیے مشکل پیدا کروگے تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

اس آیت میں خواتین کے حقوق کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے، خصوصاً ان حالات میں جب وہ طلاق کے بعد عدت گزار رہی ہوں یا حاملہ ہوں۔ درج ذیل نکات واضح کیے گئے ہیں: عورت کو شوہر کے گھر میں عدت کے دوران مناسب رہائش فراہم کی جائے جو شوہر کی آمدنی اور معیارِ زندگی کے مطابق ہو۔ اذیت رسانی سے ممانعت: عورت کو تنگ یا پریشان کرنے کے لیے کسی قسم کی سازش یا دباؤ ڈالنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اگر عورت حاملہ ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ اس کا مکمل نان و نفقہ اس وقت تک برداشت کرے جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے۔ اگر عورت طلاق کے بعد بچے کو دودھ پلائے، تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ اس کی اجرت مناسب طریقے سے ادا کرے۔ تمام معاملات باہمی رضامندی اور مفاہمت کے ساتھ حل کیے جائیں۔ دوسرے بندوبست کی اجازت: اگر باہمی رضامندی نہ ہوسکے تو بچے کی رضاعت کے لیے کسی اور خاتون کا بندوبست کرنے کی

اجازت دی گئی ہے۔غامدی صاحب کے مطابق اس آیت میں عورت کی عزتِ نفس اور خودداری کے تحفظ کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ شوہر کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ عورت کو عزت واحترام کے ساتھ عدت کا وقت گزارنے دے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی بخل یا زیادتی نہ کرے۔ تمام معاملات میں انصاف، اخلاقیات اور باہمی احترام کی تلقین کی گئی ہے۔[39]

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا[40]

یہ بڑی بشارت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ غربت اور احتیاج کے باوجود اللہ کی خوشنودی کے لیے ایثار کرتے ہیں، اللہ ان کے رزق میں برکت دیتا اور تنگ دستی کے بعد فراخی بھی عطاء فرماتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی صبر سے کام لے اور ہر حال میں خدا کے حدود کو قائم رکھنے کا اہتمام کرے۔[41]

طلاق قبل از مباشرت کے احکام اور عورت کے حقوق

اسلام نے طلاق یافتہ عورتوں کے حقوق و فرائض کو نہایت انصاف اور شفقت کے ساتھ واضح کیا ہے تاکہ معاشرے میں عورت کو بے سہارا اور بے حیثیت نہ سمجھا جائے۔ سورۃ الطلاق کی اس آیت میں مطلقہ عورتوں کی رہائش، نان نفقہ اور بچوں کی پرورش سے متعلق احکام کے ذریعے ان کے وقار، تحفظ اور معاشرتی استحکام کو یقینی بنانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ آیت عدل، احسان اور باہمی رضامندی پر مبنی عائلی تعلقات کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا[42]

اے ایمان والو! جب تم نے مؤمن عورتوں سے نکاح کیا ہو، پھر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دے دی ہو، تو ان کے ذمہ تمہاری کوئی عدت واجب نہیں ہے جس کی گنتی تمہیں شمار کرنی ہو۔ لہٰذا انہیں کچھ تحفہ دے دو اور انہیں خوبصورتی سے رخصت کر دو۔

اس آیت میں ان خواتین کے حقوق اور احکام بیان کیے گئے ہیں جنہیں نکاح کے بعد مباشرت سے قبل طلاق دی جائے۔ درج ذیل نکات واضح کیے گئے ہیں اگر طلاق مباشرت سے پہلے ہو تو عورت پر عدت گزارنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس حکم کی حکمت یہ ہے کہ عدت کا مقصد حمل کی تصدیق کرنا ہوتا ہے اور مباشرت نہ ہونے کی صورت میں حمل کا امکان ہی نہیں رہتا۔ طلاق کی صورت میں مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کو مناسب مالی معاونت دے تاکہ اس کے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔ یہ عورت کے وقار کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ طلاق کے وقت عورت کے ساتھ حسن سلوک اور عزت کے ساتھ معاملہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ علیحدگی کا طریقہ ایسا ہونا چاہیے جس میں کوئی اذیت یا نقصان نہ ہو۔ جاوید احمد غامدی کی وضاحت کے مطابق نکاح بنیادی طور پر مسلمان عورتوں سے جائز ہے اور اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت صرف خاص حالات میں دی گئی ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تہذیب اور ماحول کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ غامدی صاحب نے زید رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے واقعے کی روشنی میں یہ بھی واضح کیا کہ اس آیت کے احکام اس وقت کے سماجی اور تہذیبی اعتراضات کو رفع کرنے کے لیے نازل ہوئے۔ غامدی صاحب کے مطابق اس آیت میں خواتین کے مالی، سماجی اور اخلاقی حقوق کو محفوظ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ عورت کی عزت نفس اور اس کے مستقبل کو نقصان سے بچانے کے لیے طلاق کے اصول واضح کیے گئے ہیں، تاکہ علیحدگی کا عمل شائستہ اور منصفانہ ہو۔[43]

عورتوں کے حقِ وراثت کی ضمانت

اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دے کر اسے معاشی تحفظ اور عزت و وقار عطاء کیا ہے۔ جاہلیت کے دور میں عورت کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا، لیکن قرآن نے واضح اور قطعی الفاظ میں عورت کے حقِ وراثت کی ضمانت دی، چاہے ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ یہ حکم عدل و انصاف پر مبنی اسلامی معاشرت کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا[44]

مردوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔

اس آیت میں خواتین کے حقوقِ وراثت کو واضح اور محفوظ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جاوید احمد غامدی اور ان کے استاد امین احسن اصلاحی کی وضاحت کی روشنی میں درج ذیل نکات نمایاں ہیں اس آیت نے عورتوں کو وراثت میں شامل کر کے پہلی بار ایک انقلابی اصول متعارف کرایا کہ جیسے مردوں کا حصہ مقرر ہے، ویسے ہی عورتوں کا بھی حق معین ہے، خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ اسلام سے پہلے عورتیں اور دیگر کمزور وارث، جیسے یتیم، عام طور پر وراثت سے محروم رکھے جاتے تھے۔ زور آور وارث تمام تر جائداد پر قبضہ کر لیتے تھے۔ اس آیت نے اس ناانصافی کو ختم کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے وراثت کے حصے مقرر کر دیئے۔ خواتین کو وراثت میں حصہ دینا ایک انقلابی قدم تھا، جس نے ان کے وقار اور حقوق کی ضمانت دی۔ یہ حق اس بات پر منحصر نہیں کیا گیا کہ وہ شادی شدہ ہیں یا نہیں، بلکہ ان کی حیثیت اور رشتہ داری کے مطابق انہیں والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ترکے میں سے حق دیا گیا۔ غامدی صاحب کی وضاحت کے مطابق یتیموں کے حقوق کی بات کرتے ہوئے یہ آیت اس اصول کو عام کرتی ہے کہ کمزور طبقے کے تمام افراد، بشمول خواتین کو ان کے جائز حقوق دیئے جائیں۔ یہ آیت محض وراثت تقسیم کرنے کا حکم نہیں دیتی بلکہ اس کے ذریعے معاشرے میں سماجی انصاف کا قیام کرتی ہے تاکہ ہر فرد کو اس کا حق ملے اور وراثت کے معاملے میں ناانصافی ختم ہو۔ غامدی صاحب اور ان کے استاد کے مطابق اس آیت کے نزول کے وقت یہ حکم سماجی ناانصافی کو ختم کرنے کے لیے آیا تھا، جہاں عورتوں کو پہلی بار وراثت کے نظام میں شامل کر کے ان کے حقوق تسلیم کیے گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے خواتین کو ان کے حقوق دینے کے لیے واضح اور جامع احکام نازل کیے ہیں۔[45]

حقوقِ وراثت میں انصاف اور قرابت نافعہ کا اصول

اسلامی قانونِ وراثت انسانی معاشرت میں عدل و مساوات کا ایک بے نظیر نمونہ پیش کرتا ہے، جس میں ہر وارث کا حق متعین طور پر مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہو اور مال کی تقسیم میں فتنہ و فساد کا راستہ بند ہو جائے۔ اسلام نے وراثت کے ایسے جامع اصول دیئے ہیں جو نہ صرف معاشرتی استحکام کو یقینی بناتے ہیں بلکہ خاندان کے ہر فرد کو اس کا جائز حق عطاء کرتے ہیں، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، قریبی ہو یا دور کا رشتہ دار۔ قبل از اسلام معاشروں میں وراثت کے معاملات میں عورتوں اور کمزور طبقات کو محروم رکھا جاتا تھا، مگر قرآن نے اس ناانصافی کو ختم کرتے ہوئے حقوق کی باقاعدہ تقسیم کا حکم دیا۔ اسی عدل پر مبنی نظام وراثت کی تفصیل سورۃ النساء کی عظیم الشان آیت میں بیان کی گئی ہے: حقوقِ وراثت میں انصاف اور قرابت نافعہ کے اصول کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

النِّصْفُ وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا[46]

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ، تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصہ ملے گا اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو اور اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں تہائی حصے کی حق دار ہے۔ ہاں اگر اس کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا (اور یہ ساری تقسیم) اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہو گی جو مرنے والے نے کی ہو یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد، تمہیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ بیٹوں میں سے کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے؟ یہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں، یقین رکھو کہ اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

اس آیت میں اسلامی وراثت کے قوانین کا جامع حکم دیا گیا ہے، جس میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے حقوق کو متعین کیا گیا ہے۔ غامدی صاحب اور ان کے استاد امین احسن اصلاحی کی وضاحت کی روشنی میں درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں قرآن نے واضح کیا کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہو گا، کیونکہ مردوں پر خاندان کی کفالت کی ذمہ داری زیادہ ہے، جبکہ عورت کی معاشرتی منفعت اکثر شادی کے بعد شوہر کے خاندان کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اگر صرف لڑکیاں وارث ہوں تو ایک لڑکی کو نصف اور دو یا دو سے زائد لڑکیوں کو دو تہائی حصہ دیا جائے گا۔ جاہلیت کے زمانے میں عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ اس آیت نے عورت کو نہ صرف وارث قرار دیا بلکہ اس کا حصہ بھی واضح طور پر مقرر کیا۔ یہ تحفظ عورت کے سماجی و قانونی مقام کو بلند کرنے کی ایک عملی مثال ہے۔ غامدی صاحب کے مطابق وراثت کی تقسیم کا اصول "قرابت نافعہ" یعنی قریبی رشتہ داروں کی نفع رسانی پر مبنی ہے۔ اس کے مطابق: وراثت کا حق ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو مرنے والے کے لیے زیادہ نفع بخش ہوں۔ عورت کو کم حصہ دینے کی بنیاد یہ ہے کہ اس کی معاشرتی منفعت عموماً شادی کے بعد اس کے شوہر کے خاندان میں منتقل ہو جاتی ہے، جبکہ مرد کی منفعت والدین اور خاندان کے ساتھ قائم رہتی ہے۔ یہ تقسیم اللہ کی وصیت کے طور پر بیان کی گئی ہے، جس میں انسان کو کسی ذاتی جذبات یا مصلحت کی بنیاد پر تبدیلی کی اجازت نہیں۔ یہ تقسیم اللہ کی حکمت اور علم پر مبنی ہے، جو انسان کے جذبات یا فلسفے سے بالا ہے۔ قرآن نے وصیت کو محدود کر دیا تاکہ وارثوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے وصیت کو ایک تہائی تک محدود رکھنے کی نصیحت کی۔ باقی ماندہ مال کو "اقرب نفعاً" یعنی سب سے زیادہ نفع بخش قرابت والے کو دیا جانا چاہیے۔ اصلاحی صاحب نے وضاحت کی کہ اس تقسیم میں کسی جذباتی یا ذاتی میلان کے بجائے شریعت کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ اصول نہ صرف دنیاوی انصاف کے لیے ضروری ہے بلکہ آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بھی ہے۔ اس آیت میں عورتوں کے حقوق کو پہلی بار اسلامی نظام میں ایک مضبوط بنیاد فراہم کی گئی۔ عورت کو وارث تسلیم کرتے ہوئے اس کا حصہ مقرر کیا گیا اور یہ اصول اللہ کی حکمت اور علم پر مبنی ہے۔ عورت اور مرد کے حصوں میں فرق کی بنیاد انصاف اور سماجی نظام کی ذمہ داریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔[47]

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ

شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ [48]

اور تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصہ تمہارا ہے، بشر طیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو انہوں نے کی ہو، اور ان کے قرض کی ادائیگی کے بعد تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔ اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ اس کا ایک چوتھائی ان (بیویوں) کا ہے، بشر طیکہ تمہاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد ان کو تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں، نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو اس کی ادائیگی کے بعد، بشر طیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔

قرآن مجید کی آیت (النساء:12) میں وراثت کے احکام کو بیان کیا گیا ہے، جن میں مردوں اور عورتوں کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ جاوید احمد غامدی کی تفسیر البیان میں اس آیت کی وضاحت میں حقوقِ نسواں کے تناظر میں درج ذیل نکات بیان کیے گئے ہیں: شوہر کا حق: اگر عورت فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کو اس کے ترکے کا نصف حصہ ملے گا۔ اگر عورت کی اولاد ہو تو شوہر کا حصہ ایک چوتھائی ہو گا۔ اگر شوہر فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو اس کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر شوہر کی اولاد ہو تو بیوی کا حصہ ایک آٹھواں ہو گا۔ یہ حصے واضح طور پر مقرر ہیں اور کسی وصیت یا قرض کے بعد ترکے میں سے دیے جائیں گے۔

قرض کے معاملات میں گواہی اور دستاویزات کا ضابطہ

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى [49]

اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو، ہاں اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو، تاکہ اگر ان دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔

تفسیر البیان از غامدی میں حقوق نسواں کے متعلق اس آیت کی تشریح میں خواتین کی گواہی کے حوالے سے درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

یہ آیت قرض کے معاملات میں گواہی دینے کے ضابطے کو بیان کرتی ہے۔ یہاں گواہوں کا انتخاب صرف دستاویزی شہادت سے متعلق ہے، نہ کہ واقعاتی گواہی سے۔ اس میں قرآن نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب قرض کا معاملہ طے ہو، تو اس کا تحریری طور پر اندراج کیا جائے اور اس پر گواہوں کو پیش کیا جائے۔ گواہ کی خصوصیات میں ایک اہم بات یہ ہے کہ گواہ معتبر، ثقہ اور ایمان دار ہوں۔ اگر دو مرد گواہ نہیں مل سکتے، تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں عورتوں کی گواہی کو اس وجہ سے دوہری حیثیت دی گئی ہے کہ اگر ایک عورت کی گواہی میں لغزش ہو تو دوسری عورت اسے یاد دلا سکے۔ اس آیت میں خواتین کی گواہی کا مقصد ان کے کمزور یا غیر مستحکم حالات کو مد نظر رکھنا ہے۔ شریعت نے خواتین کو گواہی کے معاملے میں سہارا دینے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ گواہ بننے کی اجازت دی ہے تاکہ گواہی کو مزید صحیح اور ثابت قدم رکھا جا سکے۔ گواہی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے غامدی صاحب نے وضاحت کی ہے کہ یہ گواہ معاشرتی طور پر اہم ذمہ داری

ادا کرتے ہیں اور ان کو بلا وجہ نقصان پہنچانا فساد اور فسق کے مترادف ہے۔ اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ گواہی دینے میں سستی یا انکار نہ کریں۔ غامدی صاحب نے اس بات کی وضاحت کی کہ قرآن میں خواتین کی گواہی کو کم تر نہیں سمجھا گیا، بلکہ اس کا مقصد ان کے حالات اور مزاج کی مناسبت سے ہے۔ خواتین کو ان کے حقوق میں سہولت دینے کے لیے یہ تدبیر کی گئی ہے تاکہ وہ گواہی دینے میں زیادہ پُرسکون ہوں۔ معاشرتی انصاف کے لیے ہے اور اس میں خواتین کو ان کے حالات کے مطابق بہتر سہولت فراہم کی گئی ہے، جس سے معاشرتی سطح پر گواہی کی درستگی اور شفافیت میں اضافہ ہوتا ہے۔[50]

زنا کی تہمت اور گواہی کی شرط

اسلامی شریعت نے عزت و حرمت کی حفاظت کو بنیادی حق قرار دیا ہے، خصوصاً خواتین کی عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے سخت احکام دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید نے زنا کی تہمت لگانے والوں کے لیے گواہی کی شرط لازم قرار دی ہے، اور اگر وہ چار معتبر گواہ پیش نہ کریں تو ان پر سخت سزا نافذ کی گئی ہے۔ اس حکم کا مقصد معاشرے میں پاک دامن افراد کی عزت کو محفوظ بنانا اور بہتان تراشی جیسے گھناؤنے عمل کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[51]

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود فاسق ہیں۔

تفسیر البیان از غامدی میں حقوق نسواں کے حوالے سے اس آیت کی تشریح میں درج ذیل نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے: اس آیت میں زنا کی تہمت لگانے والے کے لیے شرط رکھی گئی ہے کہ وہ چار عینی گواہ پیش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر پاتا تو اسے 80 کوڑے مارے جائیں گے اور اس کی گواہی ہمیشہ کے لیے رد کر دی جائے گی۔ یہاں تک کہ معاشرتی طور پر اس شخص کو "فاسق" قرار دے دیا جائے گا، یعنی اس کی سچائی اور صداقت پر سوال اٹھایا جائے گا۔ غامدی صاحب نے وضاحت کی کہ اس آیت میں اگرچہ عورتوں کا ذکر زیادہ ہے، لیکن یہ اسلوب عربی زبان میں "تغلیب" (غلبے کی وجہ سے) اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تہمت کا ہدف عموماً عورتیں ہی بنتی ہیں اور اس لیے معاشرتی حساسیت بھی زیادہ انہی کے بارے میں ہوتی ہے، تاہم یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں ہے۔ یعنی اگر مرد پر بھی ایسی تہمت لگائی جائے تو وہ بھی اسی سزا کا مستحق ہوگا۔ غامدی صاحب کے مطابق قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگر کسی شریف اور پاک دامن شخص سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس پر پردہ ڈال دینا چاہیے اور اسے معاشرتی طور پر رسوا نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معاشرت میں عزت و وقار کا تحفظ کیا جائے اور کسی کی عزت نفس کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ گواہی کے لیے ضروری ہے کہ چار عینی گواہ موجود ہوں۔ یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ الزام ثابت ہونے سے پہلے تمام حالات و واقعات کا مکمل اور واضح جائزہ لیا جائے گا۔ اگر گواہ پیش نہیں کیے جاسکتے تو تہمت لگانے والے کی ساکھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے اور وہ معاشرتی طور پر بے اعتبار قرار پاتا ہے۔ غامدی صاحب نے اس بات کو واضح کیا کہ شریعت نے مردوں اور عورتوں دونوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور تہمت لگانے والوں کے خلاف سخت اقدامات کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرت میں ہر فرد کی عزت محفوظ رہے۔ یہ حکم اس بات کی علامت ہے کہ معاشرتی طور پر برائی کو فروغ نہ دیا جائے اور لوگوں کی عزت کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ یہ آیت اور اس کی تفسیر یہ بتاتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں تہمت لگانے کے معاملات کو بہت سنجیدگی سے لیا گیا ہے اور معاشرتی فلاح کے لیے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ گواہ کی شرط اور سزا کے ذریعے کسی کی بے عزتی نہ ہو اور اس کی ساکھ محفوظ رہ سکے۔[52]

رضاعت اور نان نفقہ کے حقوق

اسلام نے نہ صرف والدین کے حقوق واضح کیے بلکہ اولاد کی پرورش، رضاعت اور ماں کے نان ونفقہ کے مسائل کو بھی شریعت کے دائرے میں منظم انداز سے بیان کیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت 233 میں رضاعت کی مدت، والدہ کے اخراجات اور باپ ووارث کی ذمہ داریوں کو نہایت حکیمانہ انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ آیت معاشرتی توازن، عدل اور ماں کے مقام و حقوق کے تحفظ کی روشن دلیل ہے، جس میں باہمی مشورے، رضامندی اور تقویٰ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

> وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ[53]
>
> اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں، یہ مدت ان کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے (ہاں) کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی، نہ تو ماں کو اپنے بچے کی وجہ سے ستایا جائے اور نہ باپ کو اپنے بچے کی وجہ سے اور اسی طرح کی ذمہ داری وارث پر بھی ہے پھر اگر وہ دونوں (یعنی والدین) آپس کی رضامندی اور باہمی مشورے سے (دو سال گزرنے سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر تم یہ چاہو کہ اپنے بچوں کو کسی انا سے دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، جبکہ تم نے جو اجرت ٹھہرائی تھی وہ (دودھ پلانے والی انا کو) بھلے طریقے سے دے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سارے کاموں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

آیت 233 سورۃ البقرہ میں طلاق کے بعد بچے کی رضاعت سے متعلق اہم احکام بیان کیے گئے ہیں۔ غامدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں استاذ امین احسن اصلاحی کے اقوال کو شامل کرتے ہوئے اس کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا ہے: مطلقہ عورت پر اپنے بچے کو مکمل دو سال دودھ پلانے کی ذمہ داری ہے، بشرطیکہ بچے کا والد یہ چاہے کہ وہ یہ مدت پوری کرے۔ یہ مدت مکمل کرنے کی ذمہ داری اس صورت میں ہوتی ہے جب طلاق دینے والے شوہر کی رضا ہو۔ اس دوران بچے کے باپ پر اس بات کی ذمہ داری ہے کہ وہ مطلقہ عورت کے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام کرے۔ نان ونفقہ کی مقدار میں عام طور پر عورت کے مقام اور حالات کو مدنظر رکھا جائے گا۔ یعنی شوہر کی حیثیت اور عورت کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور کسی فریق پر اس سے زائد بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ آیت میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ بچے کی آڑ میں نہ تو ماں کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ ہی بچے کی بنیاد پر باپ پر ناروا دباؤ ڈالا جائے۔ اگر بچے کے والد کا انتقال ہو جائے تو وہی حقوق اور ذمہ داریاں اس کے وارثوں پر آئیں گی جو والد پر تھیں۔ اگر دونوں والدین رضامندی سے فیصلہ کرتے ہیں کہ بچے کو دو سال کی مدت سے پہلے دودھ چھڑا دیا جائے تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر والدین چاہیں تو بچے کی والدہ کے بجائے کسی اور عورت سے دودھ پلوانے کا انتظام کر سکتے ہیں، بشرطیکہ دودھ پلانے کے تمام معاہدے اور حقوق پوری طرح ادا کیے گئے ہوں۔ یہ آیت یہ واضح کرتی ہے کہ بچے کی نگہداشت اور رضاعت کے معاملے میں دونوں والدین کی ذمہ داریوں کو توازن کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے اور کسی بھی فریق پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ طلاق کی صورت میں عورت کے حقوق کا خیال رکھا جائے گا اور بچوں کی نگہداشت میں کسی بھی قسم کی زیادتی نہیں ہو گی۔[54]

نتائج بحث:

آیت کا مقصد نہ صرف تعدد ازواج کے حوالے سے ہدایات دینا ہے بلکہ یہ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے۔ آیت کی تفسیر میں جاوید احمد غامدی صاحب نے نکاح اور خاندانی حقوق سے متعلق درجہ ذیل وضاحت کی ہے یہ آیت اصلاً تعدد ازواج سے متعلق کوئی حکم بیان کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی بلکہ یتیموں کی مصلحت کے پیش نظر تعدد ازواج کے اس رواج سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب کے لیے نازل ہوئی ہے جو عرب میں پہلے سے عام تھا۔

سورہ نساء کی آیت نمبر 3 میں درج ذیل چار پہلو اخذ کیے گئے ہیں۔ تعدد ازواج کا جواز، غلاموں اور لونڈیوں کا معاملہ، مفاہمت کی ضرورت۔

معاشرتی تبدیلیاں اور تدریج

غامدی صاحب نے جدید عقلی واجتہادی منہج کو اپناتے ہوئے عورت کے حقوق کو انفرادی آزادی، معاشرتی کردار اور مساواتِ انسانی کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

غامدی کے مطابق اسلام میں خاندان کی مداخلت ایک مثبت عمل سمجھا گیا ہے تاکہ تعلقات میں اصلاح کی کوشش کی جائے۔ قرآن نے اس معاملے میں خاندانوں کے اثر ورسوخ کا استعمال کیا تاکہ اختلافات کو کم کیا جاسکے، بجائے اس کے کہ فوراً طلاق کی طرف جایا جائے۔ غامدی صاحب کی تفسیر میں نکاح اور طلاق کے حوالے سے جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان میں اخلاقی، قانونی اور انسانی حقوق کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

غامدی صاحب اور ان کے استاد امین احسن اصلاحی کی وضاحت کی روشنی میں درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں قرآن نے واضح کیا کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا، کیونکہ مردوں پر خاندان کی کفالت کی ذمہ داری زیادہ ہے، جبکہ عورت کی معاشرتی منفعت اکثر شادی کے بعد شوہر کے خاندان کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات:

1 جاوید احمد غامدی، **خود نوشت (مقامات) میرانام**،(لاہور:المورد ادارہ علم و تحقیق، جولائی2014ء)، ص15-
2 ایضاً، ص20-
3 ایضاً
4 سورۃ النساء03:04-
5 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،444/1-
6 ایضاً
7 ایضاً
8 ایضاً،446/1-
9 سورۃ النساء04:04-
10 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،447/1-
11 ایضاً
12 سورۃ النساء19:04-
13 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)، 466/1-
14 ایضاً
15 سورۃ النساء20:04-
16 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،467/1-
17 سورۃ النساء35:04-
18 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)، 467/1-
19 سورۃ البقرۃ32:02-
20 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،257/1-
21 ایضاً
22 سورۃ البقرۃ237:02-
23 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،258/1-
24 ایضاً
25 سورۃ البقرۃ236:02-
26 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،258/1-
27 سورۃ البقرۃ224:02-
28 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،239/1-
29 سورۃ التحریم01:65-
30 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،290/5-
31 ایضاً،292/5-
32 ایضاً

33 سورۃ الطلاق02:66-
34 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،292/5-
35 ایضاً،293/5-
36 سورۃ الطلاق04:66-
37 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،294/5-
38 سورۃ الطلاق06:66-
39 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،294/5-
40 ایضاً
41 ایضاً
42 سورۃ الاحزاب49:33-
43 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،473/3-
44 سورۃ النساء07:04-
45 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،451/1-
46 سورۃ النساء11:04-
47 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،452/1-
48 سورۃ النساء12:04-
49 سورۃ البقرۃ282:02-
50 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،306/1-
51 سورۃ النور04:24-
52 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،307/1-
53 سورۃ البقرۃ233:02-
54 جاوید احمد غامدی، **تفسیر البیان**،(لاہور:المورد اکیڈمی)،308/1-